# گول گھر کی سیر

نثار احمد

مصور: فجر الدین



**8 تا 12 سال کی عمر کے بچوں کے لیے**

نئی نسل کی ذہنی نشوونما اور ان کے خوابوں کو پرواز عطا کرنے کے لیے قومی تعلیمی پالیسی 2020 کے تناظر میں عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ادب اطفال کی تخلیق و تشکیل کے لیے قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی نے نئے اشاعتی مشن اور وژن کے تحت 18 تا 20 ستمبر 2024 ادب اطفال ورکشاپ کا انعقاد کیا تھا، جس میں بچوں کی نفسیات و ترجیحات کا خیال رکھتے ہوئے معتبر تخلیق کاروں کے تعاون سے دلچسپ اور معلومات افزا تخلیقی مواد تیار کیا گیا۔ یہ کتاب اسی ورکشاپ سیریز کی ایک کڑی ہے۔



ڈاکٹر شمس اقبال
ڈائرکٹر

ISBN 978-93-49533-10-3

پہلا ایڈیشن: 2025



تعداد: 1100

GOL GHAR KI SAIR
by Nisar Ahmad

قیمت: -/30 روپے

سلسلہ مطبوعات: 2173

ناشر: ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

فروغ اردو بھون، FC-33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولہ، نئی دہلی-110025

فون نمبر: 49539000، فیکس: 49539099

شعبۂ فروخت: ویسٹ بلاک۔8، آر۔کے۔پورم، نئی دہلی۔110066 فون نمبر: 26109746

فیکس: 26108159 ای۔میل: ncpulsaleunit@gmail.com

ای۔میل: urducouncil@gmail.com، ویب سائٹ: www.urducouncil.nic.in

طابع: میکاف پرنٹرس، B-127، سیکٹر 65، نوئیڈا-201301، یوپی

# گول گھر کی سیر

نثار احمد

مصور: فجر الدین



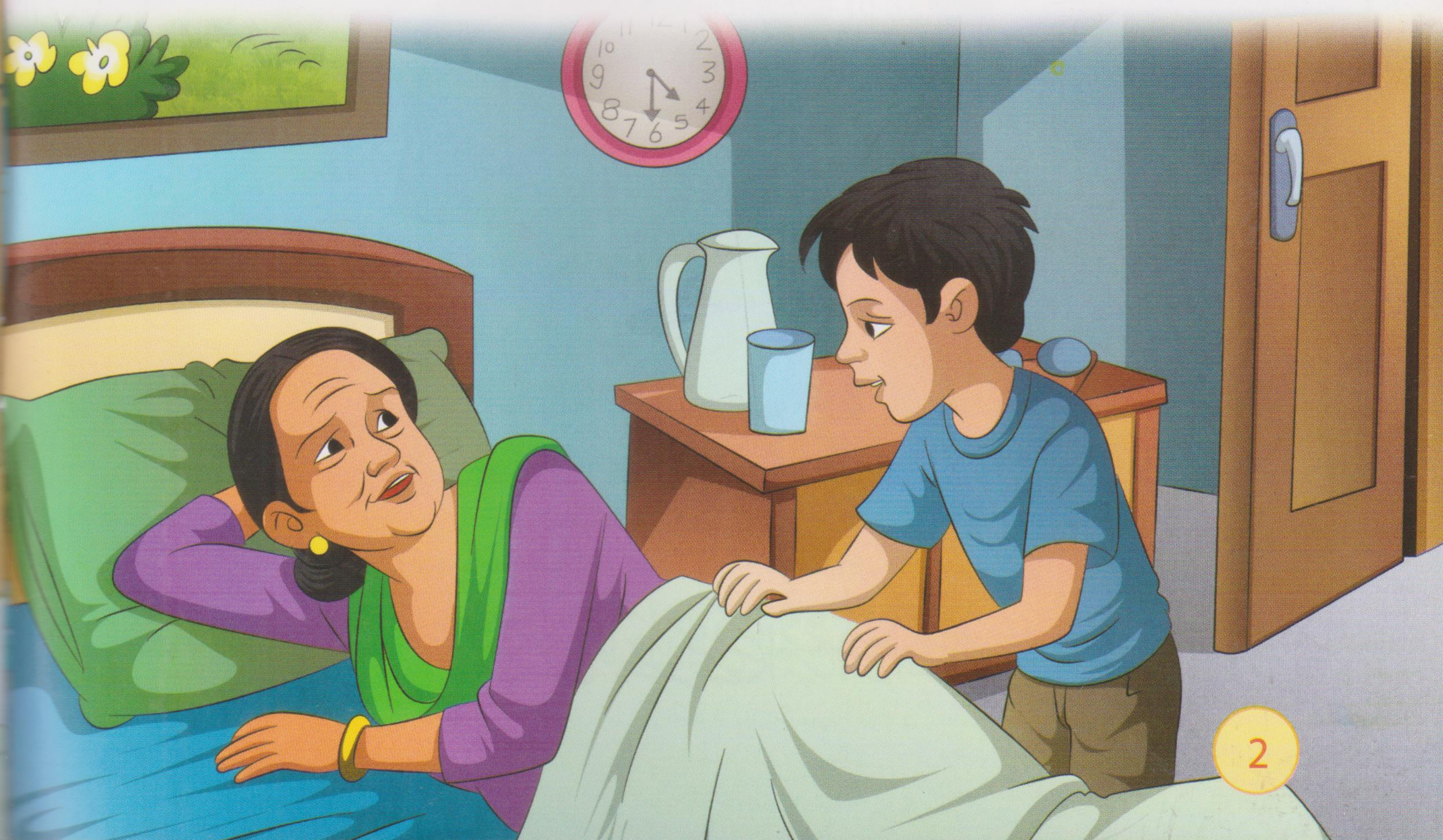
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، دہلی

دادی، دادی۔۔۔ اٹھونا، دیکھو صبح ہوگئی ہے۔ حامد نے دادی ماں کو تقریباً جھنجھوڑتے ہوئے جگانے کی کوشش کی۔

اوہو! ”ابھی تو صحیح سے صبح بھی نہیں ہوئی۔ سونے دو مجھے۔“ دادی ماں نے ناراضگی ظاہر کی۔

لیکن دادی! ”آپ تو کہتی ہیں دیر تک سونا بری بات ہے۔ اچھے بچے صبح جلدی اٹھ جاتے ہیں۔“

اوہو۔۔۔ یہ لڑکا بھی نا۔۔۔ دادی اٹھ کر بیٹھ گئیں۔ حامد بیٹے! ”ٹیبل پر میری عینک پڑی ہے ذرا لا کر مجھے دے دو۔“



حامد دوڑ کر عینک اٹھا لایا۔ دادی نے عینک لگا کر دیکھا تو صبح کے ساڑھے چار بج رہے تھے۔

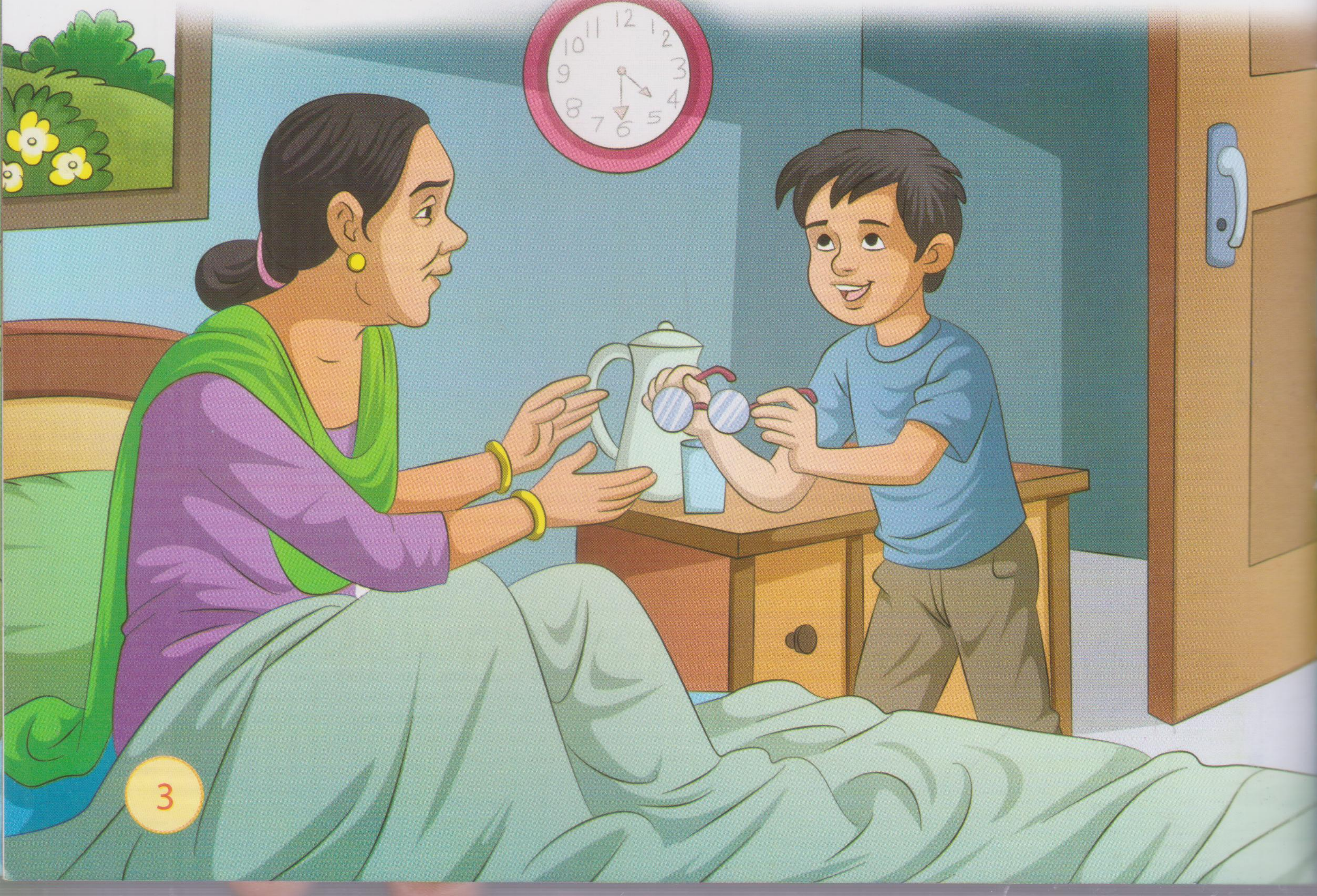
"اچھا اچھا آج تمھیں اسکول والے کہیں لے جا رہے ہیں نا؟" دادی کو یاد آیا۔

"دادی اسے ٹور کہتے ہیں۔" حامد نے بڑے پیار سے دادی کو سمجھایا۔

ارے ہاں وہی ٹور وور۔۔۔ "کہاں لے جائیں گے یہ تمھارے ٹور والے؟" دادی نے پوچھا

"کوئی گھر دکھانے لے جائیں گے، پتہ نہیں کون سا گھر ہے؟"

"کہیں تو گول گھر کی بات تو نہیں کر رہا؟" دادی نے تجسّس بھری نگاہوں سے حامد کی طرف دیکھا۔





ہاں، وہ شاید گول گھر ہی ہے، آج ہم لوگ وہیں جائیں گے۔

حامد واقعی بہت خوش تھا اس نے دونوں ہاتھ دادی کی گردن میں ڈال دیے۔

اچھا اچھا! ”اسی لیے میرا راجہ پوتا آج جلدی نیند سے بیدار ہو گیا۔“

”حامد آج تم بہت جلد اٹھ گئے؟“ امی بھی کمرے میں آ گئیں۔

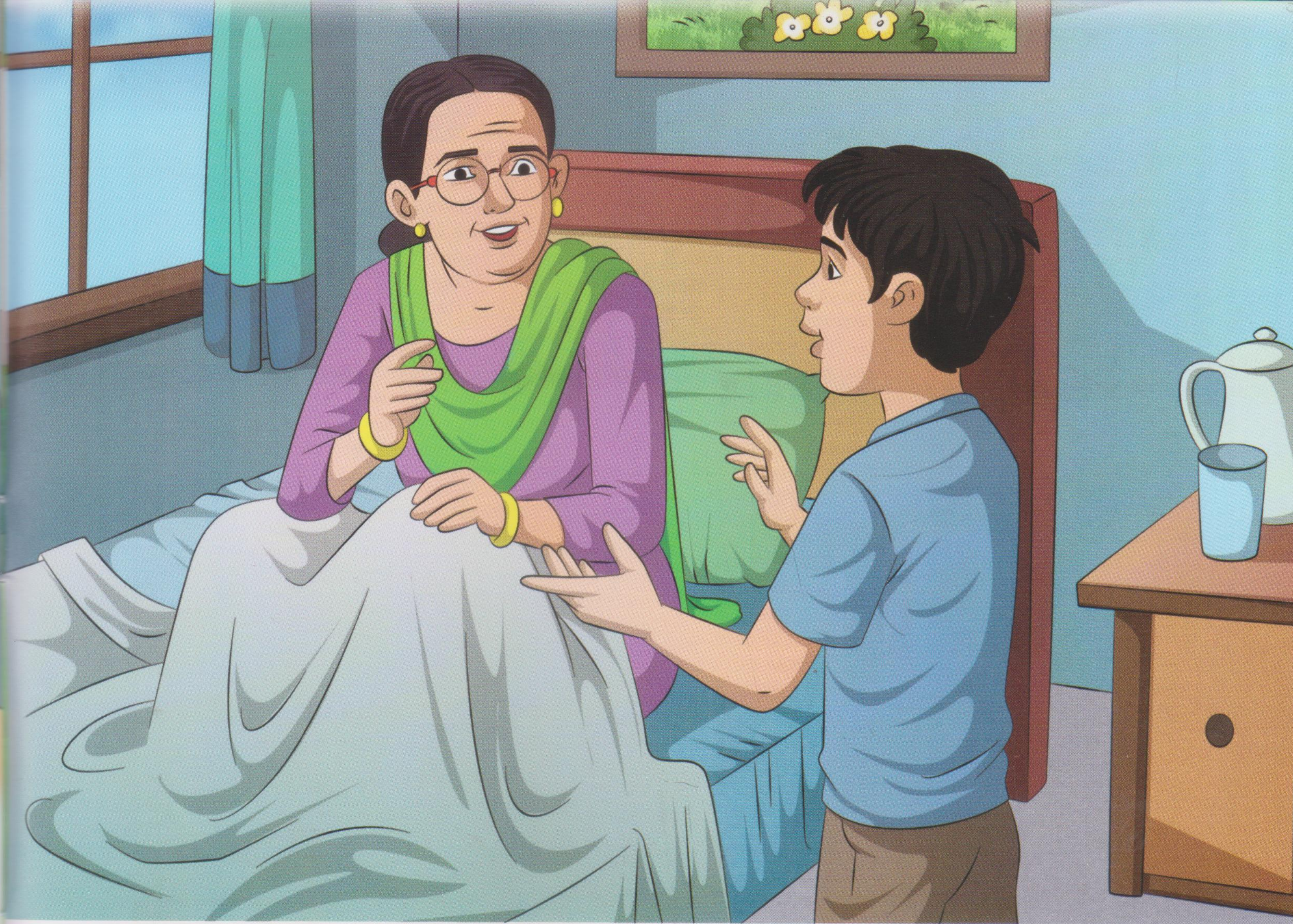
جی امی جان۔ ”میں تو روز ہی صبح جاگ جاتا ہوں اور آج تو یوں بھی مجھے جلدی اٹھنا تھا، گول گھر دیکھنے جو جانا ہے۔“



ہاں، مجھے معلوم ہے۔ ”اسی لیے میں آئی ہوں تاکہ تمھیں تیار کردوں۔“

”شکریہ امی“ حامد نے کہا۔

امی حامد کو لے کر دوسرے کمرے میں چلی گئیں۔ تیار ہو کر حامد نے امی ابو اور دادی کے ساتھ ناشتہ کیا اور ابو کے ساتھ اسکول کے لیے روانہ ہو گیا۔



حامد جب اسکول پہنچا تو اس نے دیکھا کہ اس کے بہت سے کلاس میٹس پہلے سے ہی وہاں موجود تھے، سبھی بچے نہایت خوش دکھائی دے رہے تھے اور گول گھر کی سیر کے لیے بہت ایکسائٹڈ تھے۔ تھوڑی دیر میں حامد کے کلاس ٹیچر بھی آ گئے۔ سب بس پر سوار ہو گئے اور بس گول گھر کی طرف روانہ ہو گئی۔ کھیت، کھلیان، جنگلات، باغات، ندی اور تالاب سب تیزی سے پیچھے بھاگتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے حامد اور اس کے ساتھی اس منظر سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ کچھ کسان کھیتوں میں کام کرتے ہوئے تو کچھ کندھوں پر حل اٹھائے اپنی منزل کی جانب چلے جا رہے تھے۔



پیارے بچو! ”ہم گول گھر گھومنے جا رہے ہیں جو پٹنہ شہر کی ایک مشہور تاریخی عمارت ہے۔ پٹنہ کا پورا نام عظیم آباد تھا۔ مغل بادشاہ اورنگزیب کا پوتا عظیم الشان جب یہاں کا گورنر بن کر آیا تو اس نے اس کا نام عظیم آباد رکھ دیا۔“

اوہو، ”اسی لیے ہماری اردو کی کتاب میں شاد عظیم آبادی، بسم اللہ عظیم آبادی کا نام آتا ہے۔“ حامد نے سوالیہ نظروں سے ٹیچر کی طرف دیکھا؟ بالکل درست کہا تم نے حامد، ”پٹنہ کا پرانا نام عظیم آباد تھا اسی لیے یہاں کے باشندے اپنے نام کے آخر میں عظیم آبادی لکھتے تھے۔“

چند گھنٹوں بعد بس پٹنہ شہر میں داخل ہو چکی تھی۔ دونوں جانب بلند و بالا عمارتیں کھڑی تھیں۔ ٹریفک پولیس کے جوان نظم و ضبط کو سنبھالتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ کہیں پولیس کی گاڑی گشت کر رہی تھی، کہیں سائن بورڈ پر طرح طرح کی ہدایات درج تھیں۔





بس کے اندر سے ہی حامد نے دیکھا کہ دکانوں کی ایک لمبی قطار ہے جس میں طرح طرح کے سامان موجود ہیں کپڑے کھلونے مٹھائیاں سب بک رہے ہیں کچھ لوگ فٹ پاتھ پر پیدل چلے جا رہے ہیں کچھ پارکوں میں بیٹھے باتوں میں مشغول ہیں۔

حامد کو یہ سب دیکھنا اچھا لگ رہا تھا۔ چوڑی سڑکوں پر گاڑیوں اور مسافروں کا شور تھا۔ بڑی بڑی دکانیں اور عمارتیں ان سب سے گزرتے ہوئے بس ایک گول سی عمارت کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

اس عمارت میں ایک بڑے سے بورڈ پر گول گھر کا سائن بورڈ لگا ہوا تھا۔



ہم لوگ گول گھر پہنچ گئے۔ استاد نے اعلان کیا۔ بچے خوشی سے شور مچانے لگے۔ ایک ایک کر سبھی بچے بس سے باہر آگئے اور لائن میں کھڑے ہو گئے۔ سیکورٹی گارڈ نے سب کا گیٹ پاس چیک کیا اور سب اندر داخل ہو گئے۔

"سر اس کا نام گول گھر کیوں ہے؟" ریما نے سوال کیا۔

یہ دکھنے میں بالکل گول ہے گنبد کی طرح اسی لیے اسے گول گھر کہتے ہیں۔

اب آگے کی بات گائیڈ بتائیں گے۔



بچو!''اس تاریخی جگہ پر آپ کا ویلکم ہے'' گائیڈ بچوں سے مخاطب ہوا۔

عزیز بچوں! انگریزوں کے زمانے میں اناج وغیرہ کو جمع کرنے کا کوئی اسٹور کرنے کا کوئی مستقل نظام نہیں تھا۔ 1770 عیسوی کے آس پاس خطرناک قحط سالی آئی جس میں ایک کروڑ سے زیادہ لوگوں کی جان چلی گئی۔ تب اس وقت کے گورنر جنرل وارن ہیسٹنگز کے حکم پر انگریز انجینئر جان گارسٹن نے یہ شاندار عمارت بنائی تاکہ اس میں انگریزی فوج کے لیے بہت سارا غلہ محفوظ کیا جاسکے۔



انجینئر جان نے 20 جنوری 1784 کو یہ عمارت بنانا شروع کی۔ 20 جولائی 1786 میں یہ عمارت بن کر تیار ہو گئی اس میں ایک لاکھ چھ ہزار ٹن اناج ایک وقت میں رکھا جا سکتا ہے یہ عمارت 25 میٹر اونچی ہے جو 125 میٹر رقبے میں پھیلی ہوئی ہے۔ بچو!" آپ کو یہ جان کر حیرت ہو گی کہ اس عمارت میں کوئی پلر یعنی ستون نہیں ہے اور اس کی دیواریں تقریباً ساڑھے تین میٹر موٹی ہیں"۔

"لیکن ہمارے بابا نے جو مکان تعمیر کروایا ہے اس میں تو بہت سارے پلر اور کھمبے ہیں۔"



"بابا کہتے ہیں کہ اگر یہ پلر نہ ہو تو عمارت کمزور رہ جائے گی اور جلد ہی گر جائے گی پھر یہ گول گھر بنا پلر کے اتنے دنوں سے کیسے کھڑا ہے؟" ایک لڑکی درمیان میں بول پڑی۔

بیٹی! آپ کے والد درست کہتے ہیں۔ جدید طرز کی عمارت میں پلر ضروری ہوتا ہے لیکن گول گھر میں انجینئرنگ کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا گیا ہے۔ اس لیے ڈھائی سو سال گزر جانے کے بعد بھی یہ عمارت بنا پلر کے کھڑی ہے۔ اس کی دیواریں تقریباً ساڑھے تین میٹر چوڑی ہیں جو وزن کو سہنے میں بے مثال ہیں۔





عمارت کے سرے پر تین میٹر تک اینٹ کی جگہ پتھروں کا استعمال کیا گیا ہے اور عمارت کے بالکل اوپر 2 فٹ 7 انچ کا سوراخ دانہ ڈالنے کے لیے چھوڑا گیا تھا جسے بعد میں بند کر دیا گیا۔

اس میں اوپر جانے کے لیے 145 سیڑھیاں ہیں۔

او ہو، یہ تو بہت زیادہ سیڑھیاں ہیں؟ شکیب نے بیچ میں ہی گائیڈ کو ٹوک دیا۔

جی بیٹے! جب یہ تعمیر ہوئی تھی تب اس وقت یہ پٹنہ کی سب سے اونچی عمارت تھی اس پر چڑھ کر پورے شہر کو اور شمال میں بہتی گنگا کو آرام سے دیکھا جا سکتا تھا لیکن اب اس کے اوپر چڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔

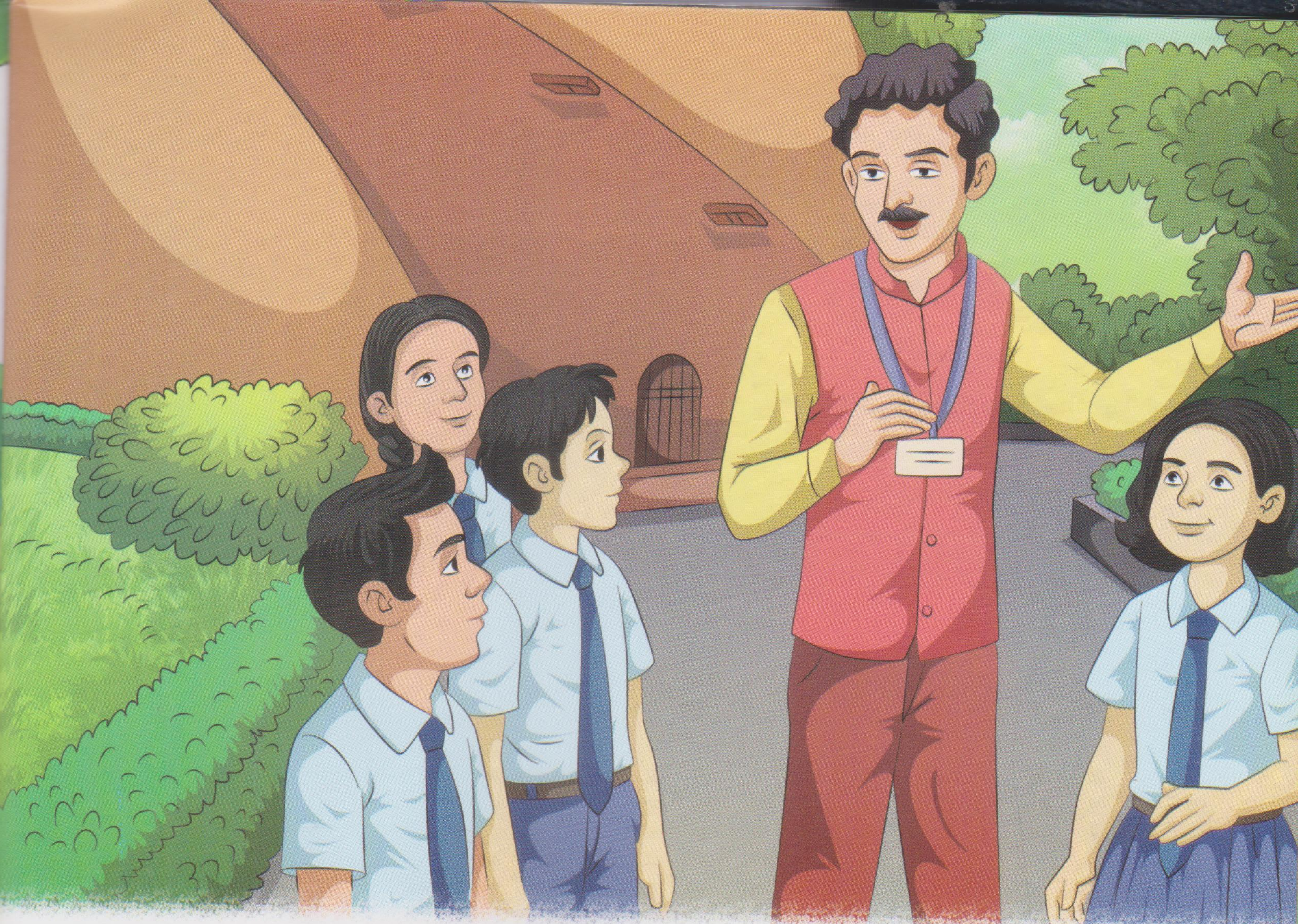
بچے مایوس ہو گئے۔ وہ سب اس پر چڑھنا چاہتے تھے اور آس پاس کے منظر سے لطف اندوز ہونا چاہتے تھے لیکن اجازت نہ ملنے کے سبب وہ ایسا نہیں کر سکے۔

گائیڈ نے بتایا۔ ''گنبد دار طرز کی عمارت محمد عادل شاہ کے مقبرے کی طرح ہے محمد عادل شاہ بیجاپور کے سلطان تھے ان کے مقبرے کو بھی گول گنبد کہا جاتا ہے۔ جو بیجاپور میں واقع ہے۔''





بچو! آپ نے سائنس کی کتاب میں پڑھا ہو گا کہ جب ساؤنڈ کو باہر نکلنے کا راستہ نہیں ملتا تو وہ دیوار سے ٹکرا کر آپ کی طرف دوبارہ چلی آتی ہے۔ گول گھر میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے یہاں 27 سے 32 بار ایک ہی آواز گونجتی ہے۔



گائیڈ کی باتیں بچے غور سے سن رہے تھے۔ گول گھر کی چھت پر نہ جانے کے غم سے زیادہ بچوں کو اس بات کی خوشی تھی کہ وہ اسے اپنی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

گائیڈ نے گول گھر کے آس پاس کے تاریخی مقامات کے بارے میں بھی تفصیل سے بتایا۔

"اس کے مشرق میں تاریخی میدان ہے، جسے گاندھی میدان کہتے ہیں۔"

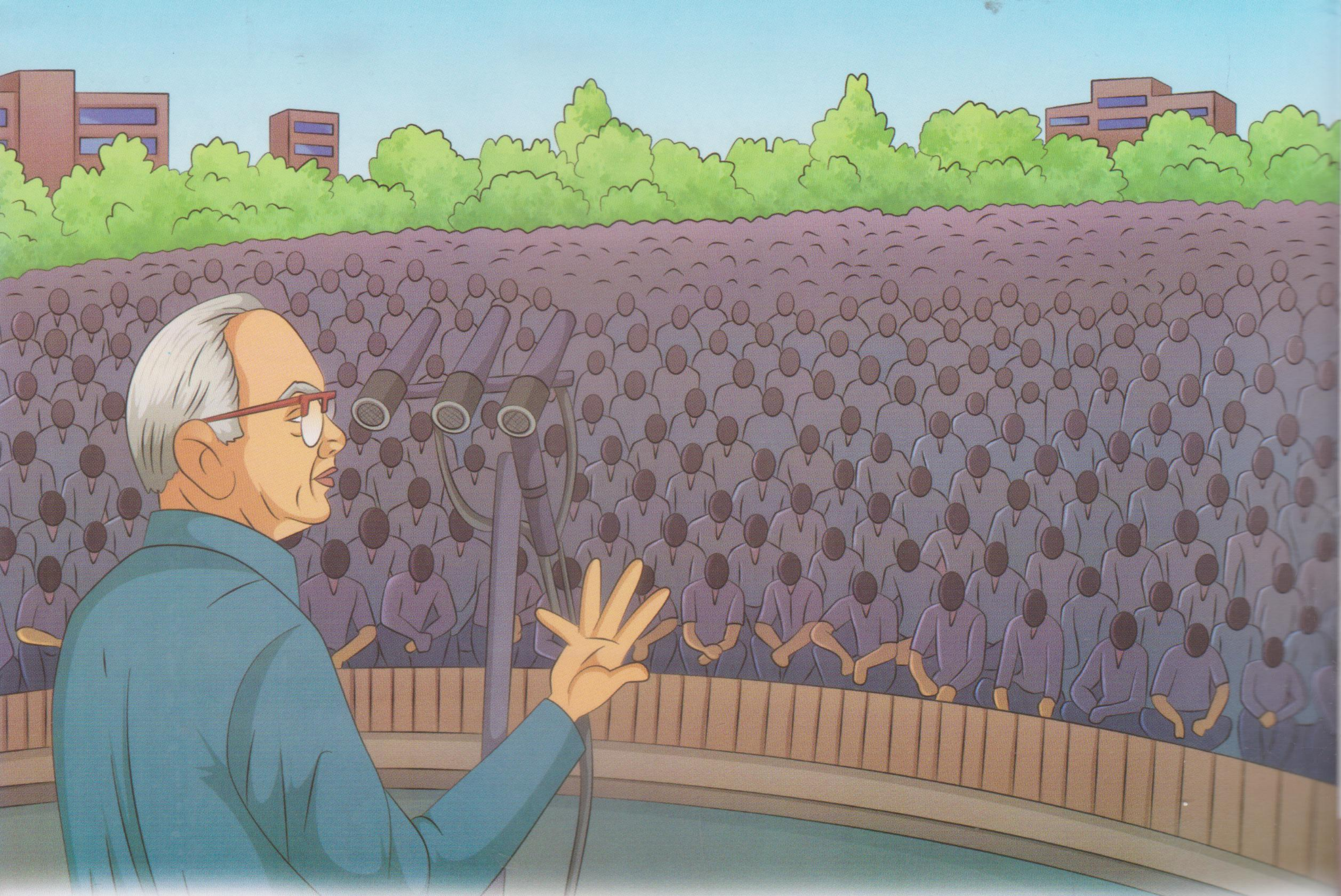


سر!"اسے گاندھی میدان کیوں کہتے ہیں؟" شمائلہ نے سوال کیا۔

بیٹی شمائلہ!"گاندھی جی نے ہمارے ملک کو آزاد کرانے میں بہت اہم رول ادا کیا تھا۔" اسی لیے ان کے احترام میں اس میدان کو گاندھی میدان کہا جاتا ہے۔"

”یہ شہر کے بالکل درمیان میں واقع ہے۔ اس کے شمال میں کچھ ہی دوری پر گنگا بہہ رہی ہے۔ یہ ایک تاریخی میدان ہے، اسے پٹنہ لانس بھی کہا جاتا تھا۔ یہ میدان 60 ایکڑ کے رقبے میں پھیلا ہوا ہے۔ اس کی سیاسی اہمیت بھی ہے۔ خیرون میاں نام کے شخص نے قومی تحریک کو بڑھاوا دینے اور ہندوستان کی آزادی کے لیے زمین کا یہ ٹکڑا دان کر دیا تھا۔ یہاں پر مجاہدین آزادی کی بہت سی اہم نشستیں بھی ہوئیں تھیں، بہت سی تحریکات یہاں سے شروع ہوئیں جن میں مشہور تحریک چمپارن اور بھارت چھوڑو وغیرہ اہم ہیں۔





’’لیکن خیرون میاں نے اتنی قیمتی زمین کیوں دان میں دے دی؟‘‘ سیما نے سوال کیا۔

انگریزوں نے ہمیں غلام بنالیا تھا۔ خیرون میاں چاہتے تھے کہ ہمارا ملک انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہو جائے اس لیے انھوں نے اتنی قیمتی زمین دیش کے نام کر دی۔ بعد میں قومی تحریک میں یہ میدان تاریخی ثابت ہوا۔ تحریک آزادی کے بہت سے رہنماؤں جیسے موہن داس کرم چند گاندھی، ڈاکٹر راجیندر پرساد، انوگرہ نارائن سنہا، سردار ولبھ بھائی پٹیل، مولانا ابوالکلام آزاد، جے پرکاش نارائن اور سری کرشن سنگھ نے یہاں سے اپنے جلسے کو خطاب کیا تھا۔

آج بھی جشن آزادی کے موقع پر بہار کے وزیر اعلیٰ اور یوم جمہوریہ کے موقع پر بہار کے گورنر اسی میدان میں پرچم کشائی کرتے ہیں۔

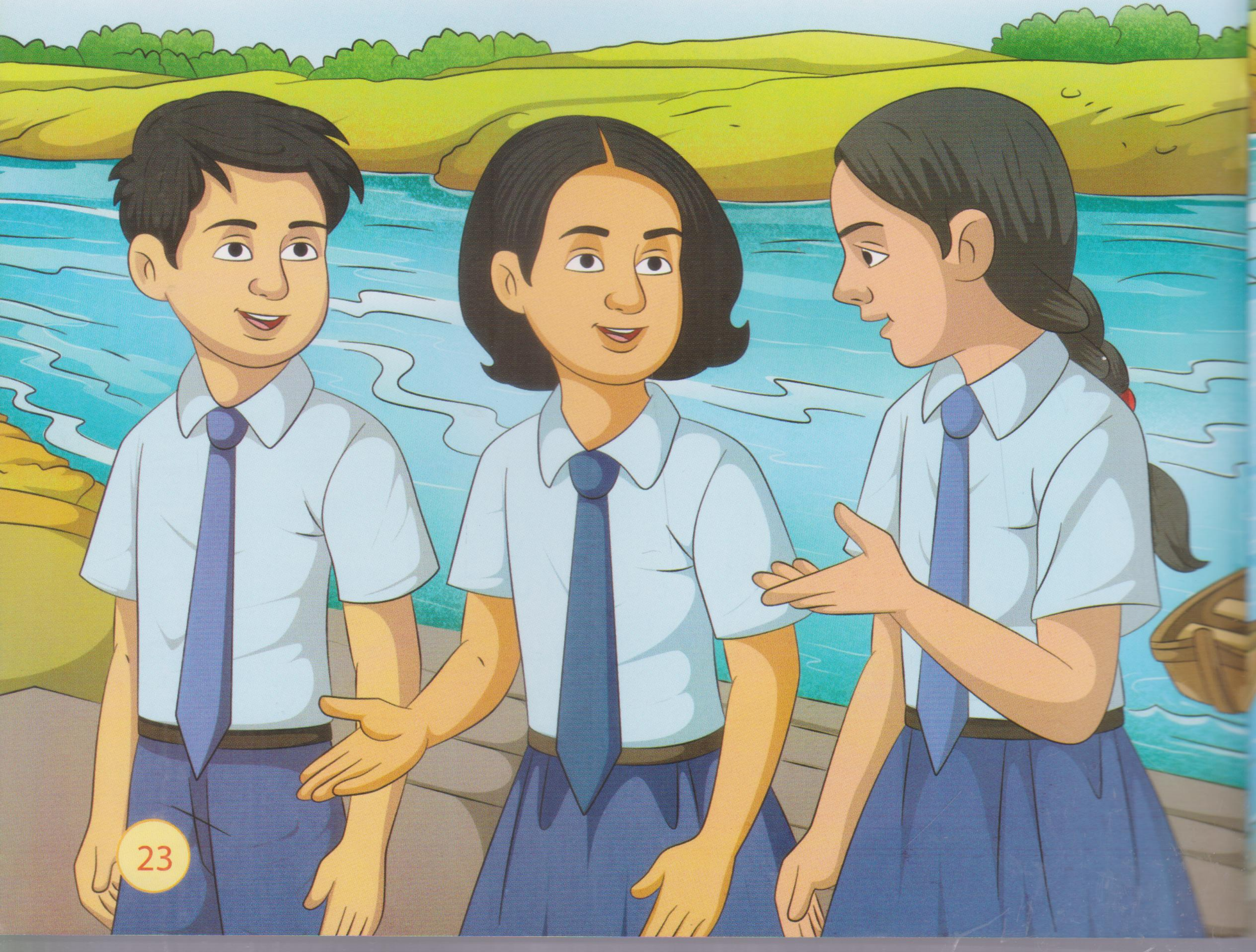
یہاں سے کچھ ہی دوری پر شمال میں گنگا بہہ رہی ہے گنگاندی صدیوں سے یوں ہی بہتی چلی آرہی ہے۔ اس ندی کو اس شہر کا لائف لائن کہا جاتا تھا۔ یہ پٹنہ شہر کی خوبصورتی میں اور اضافہ کرتی ہے۔ گائیڈ نے بتایا۔

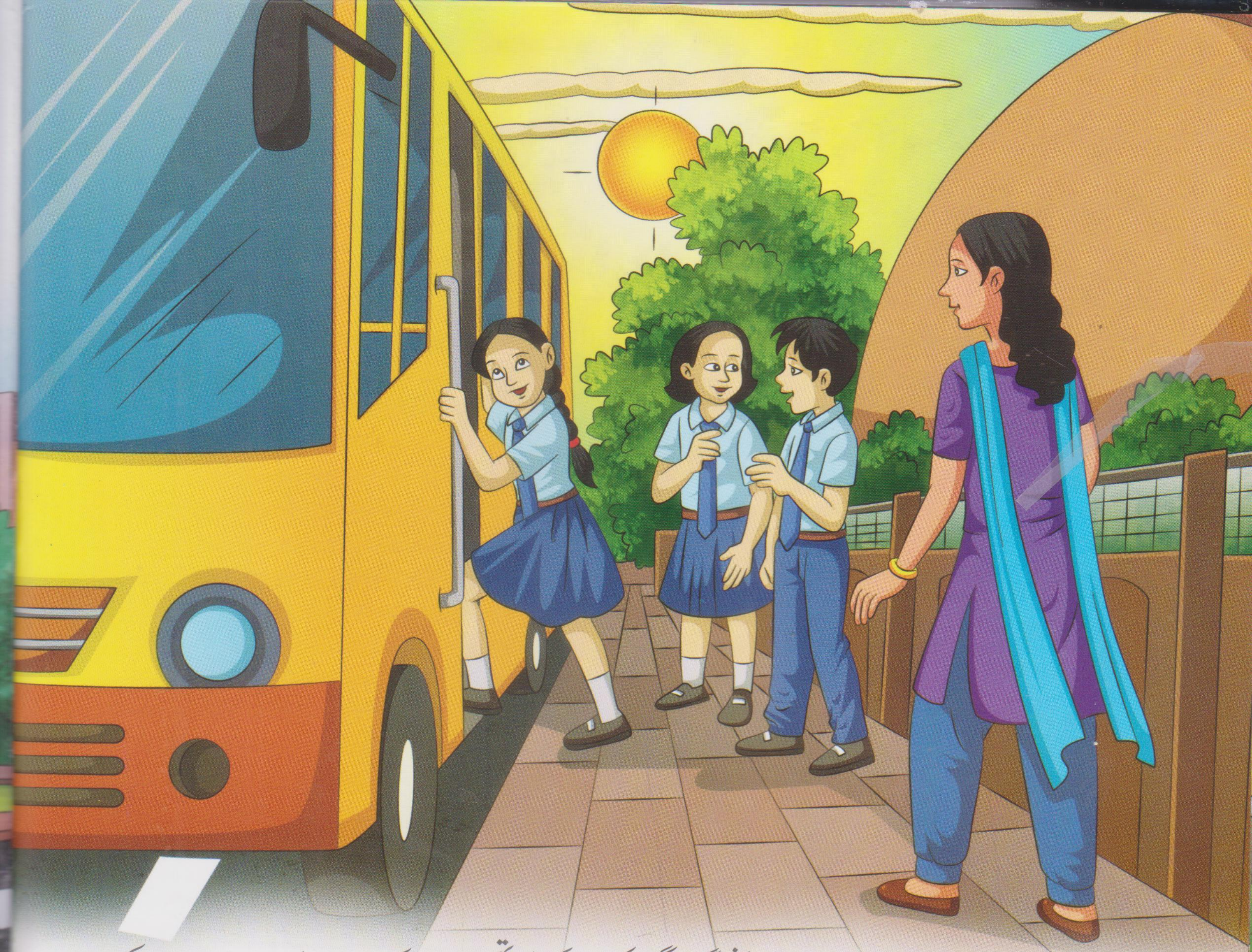


"میں یہ ساری باتیں اپنی نانی ماں کو بتاؤں گی۔"

سفینہ نے پھس پھساتے ہوئے ریما سے کہا۔

ریمانے بھی کہا کہ "میرے دادا نے گول گھر کے بارے میں اور اس شہر کے بارے میں بتایا تھا۔ میں گھر جا کر انھیں بتاؤں گی کہ میں نے اسے پاس سے دیکھا ہے۔





حامد اور اس کے ساتھیوں نے اس تاریخی گول گھر کی سیر کر لی تھی۔ اس کے بارے میں حامد اور اس کے ساتھیوں کو بہت سی معلومات حاصل ہوئیں جو اب ان کے ذہن میں بیٹھ گئی تھیں۔ سبھی بچے گول گھر کی سیر کر بہت خوش تھے۔ اب وہ سب سورج ڈوبنے سے قبل اپنے گھر نکل جائیں گے جہاں وہ اپنے ممی، پاپا، دادا، دادی اور نانا نانی کو گول گھر کے بارے میں بتائیں گے۔

سورج ڈوبنے کا وقت قریب ہو گیا تھا بچوں کے چہرے پر تھکن صاف دکھائی دے رہی تھی لیکن سب خوش تھے۔
دھیرے دھیرے بس پٹنہ شہر سے نکل کر ہائی وے پر آگئی۔ شہر اب پیچھے چھوٹتا ہوا دکھائی دے رہا تھا اور پھر شہر سب کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ بس اب ہوا کی رفتار سے شکار پور کی جانب دوڑی چلی جارہی تھی۔



’گول گھر کی سیر‘ میں گول گھر اور اس کے آس پاس کے تاریخی مقامات کے بارے میں بتایا گیا ہے، ساتھ ہی تاریخ کے بعض سبق آموز واقعات بھی بیانیہ انداز میں لکھے گئے ہیں۔ اس کہانی میں بتایا گیا ہے کہ آج بھی جشن آزادی کے موقع پر بہار کے وزیر اعلیٰ اور یوم جمہوریہ کے موقع پر بہار کے گورنر گاندھی میدان میں پرچم کشائی کرتے ہیں۔ کہانی کی زبان آسان اور عام فہم ہے۔



نثار احمد جواہر لعل نہرو یونیورسٹی کے ریسرچ اسکالر ہیں۔ تنقید، تخلیق اور ترجمہ کے میدان میں انھوں نے اپنی شناخت قائم کی ہے۔ ان کا ناول ”فرنگ کا قیدی“ جو نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا سے شائع ہوا ہے، موضوعی اعتبار سے منفرد اور مختلف ہے۔ نثار احمد ”پی ایم۔ یووا مینٹور شپ اسکیم“ کا بھی حصہ رہ چکے ہیں۔ ان کے تنقیدی و تحقیقی مضامین مختلف علمی و ادبی رسائل و جرائد میں چھپتے رہے ہیں۔

**نثار احمد**

ISBN 978-93-49533-10-3
9 789349 533103
NCPUL | DELHI | INDIA
قیمت -/30 روپے

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
وزارت تعلیم، حکومت ہند، نئی دہلی
فروغ اردو بھون ایف سی، 33/9
انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولا، نئی دہلی-110025